مُختصر مسائلِ زکاۃ

مرتّب

مُحمّد مُقیم فیضی

صُوبائی جمعیّت اہلِ حدیث مُمبئی

مختصر مسائلِ زکاۃ

مرتب
محمد مقیم فیضی

صوبائی جمعیت اہلِ حدیث ممبئی

نام کتاب	:	مختصر مسائل زکاۃ
مرتب	:	محمد مقیم فیضی
کمپوزنگ	:	محمد شعیب الرحمٰن (صوبائی جمعیت ممبئی)
طباعت	:	A1 ؍گرافکس اسٹوڈیو
صفحات	:	48
ایڈیشن	:	اول
اشاعت	:	شعبان ۱۴۴۰ھ - اپریل ۲۰۱۹ء
تعداد	:	دو ہزار
قیمت	:	
ناشر	:	صوبائی جمعیت اہل حدیث ممبئی

ملنے کے پتے:

- دفتر صوبائی جمعیت اہل حدیث، ممبئی:

14-15، چونا والا کمپاؤنڈ، مقابل کرلا بس ڈپو، ایل بی ایس مارگ، کرلا (ویسٹ)

ممبئی-400070۔فون:022-26520077

- مرکز الدعوۃ الاسلامیۃ والخیریۃ:

بیت السلام کمپلیکس، نزد المدینۃ انگلش اسکول، مہاڈ ناکہ، کھیڈ، ضلع: رتنا گری-415709،

فون:02356-264455

فہرست

عرض ناشر

الحمدلله رب العالمين والعاقبة للمتقين والصلوٰة والسلام على نبينا خير خلقه محمد خاتم النبيين وعلى آله و صحبه أجمعين ومن تبعهم بإحسان إلى يوم الدين وبعد.

اسلام کی بنیادوں میں زکوٰۃ ایک اہم بنیاد ہے جس سے مسلم معاشرہ کے ضرورت مند طبقہ کی مدد کے ساتھ اسلام کی سربلندی کا عظیم عمل انجام پاتا ہے یہ بنیاد جس طرح مضبوط ہوگی اسلام کی عمارت مستحکم رہے گی اور سماج ہر طرح کی بیچارگی اور تباہی سے محفوظ رہے گا۔

﴿وَأَنفِقُوا۟ فِى سَبِيلِ ٱللَّهِ وَلَا تُلْقُوا۟ بِأَيْدِيكُمْ إِلَى ٱلتَّهْلُكَةِ ۛ وَأَحْسِنُوٓا۟ ۛ إِنَّ ٱللَّهَ يُحِبُّ ٱلْمُحْسِنِينَ﴾ [البقرة:۱۹۵]۔

"اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرو اور اپنے ہاتھوں ہلاکت میں نہ پڑو اور سلوک واحسان کرو، اللہ تعالیٰ احسان کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے"۔

یعنی تقاضوں پر حسب حیثیت مال کا خرچ نہ کرنا اپنے کو اور سماج کو ہلاکت میں ڈالنے والا عمل ہے۔

﴿وَلَا يَحْسَبَنَّ ٱلَّذِينَ يَبْخَلُونَ بِمَآ ءَاتَىٰهُمُ ٱللَّهُ مِن فَضْلِهِۦ هُوَ خَيْرًا لَّهُم ۖ بَلْ هُوَ شَرٌّ لَّهُمْ﴾ [آل عمران:۱۸۰]۔

"جنہیں اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے کچھ دے رکھا ہے وہ اس میں اپنی کنجوسی کو اپنے لئے بہتر خیال نہ کریں بلکہ وہ ان کے لئے نہایت بدتر ہے"۔

یعنی بخل اور کنجوسی بندے کے حق میں خیر نہیں بلکہ ایک خطرناک شر ہے جس سے بچنا ضروری ہے۔

یہ رسالہ جو ''مختصر مسائل زکوٰۃ'' پر مشتمل ہے جسے جماعت کے معتبر عالم دین مسائل پر گہری نظر رکھنے والی شخصیت فضیلۃ الشیخ محمد مقیم صاحب فیضی حفظہ اللہ (نائب امیر صوبائی جمعیت اہل حدیث ممبئی) نے مرتب کیا ہے اس میں اتنا اختصار نہیں ہے کہ زکوٰۃ کے بنیادی احکام ومسائل اور مروجہ مالی معاملات وامور میں حکم شرعی کی معلومات حاصل کرنے میں دقت ہو اور نہ اتنی تفصیل ہے جو بجا و بیجا مشغولیتوں میں رکاوٹ ڈالتی ہو۔

جمعیت کے شعبۂ نشر واشاعت کے ذمے داران نے اسے ہر خاص وعام کیلئے مفید تر سمجھ کر رمضان کی مبارک مناسبت پر شائع کرنے کا فیصلہ کیا ہے جیسا کہ شعبے کی معروف روایت ہے، اللہ ہمیں حق وسداد پر ثابت قدم رکھے۔**وما توفيقى إلا بالله.**

اخیر میں مرتب رسالہ فاضل گرامی اور جملہ معاونین ومستفیدین کے لئے دعا گو ہیں کہ اے اللہ تعالیٰ تو سب کی کوششوں کو قبول فرماتے ہوئے توفیق مزید عطا فرما۔

﴿رَبَّنَا تَقَبَّلۡ مِنَّآۖ إِنَّكَ أَنتَ ٱلسَّمِيعُ ٱلۡعَلِيمُ﴾ [البقرة:۱۲۷]۔

''ہمارے پروردگار! تو ہم سے قبول فرما، تو ہی سننے والا اور جاننے والا ہے''۔

وصلى الله على نبينا محمد وبارك وسلم.

خادم جمعیت وجماعت

عبدالسلام سلفی

صوبائی جمعیت اہل حدیث ممبئی

۳۰/اپریل ۲۰۱۹ء

۲۴/شعبان ۱۴۴۰ھ

تقدیم

الحمدلله رب العالمین والصلاۃ والسلام علی نبینا محمد وعلیٰ آله و اصحابه أجمعین أمابعد :

زکاۃ اسلام کا ایک اہم رکن اور گرانقدر فریضہ ہے، اوراس کی ادائیگی معاشرے کی ایک بنیادی ضرورت ہے جس سے غریبوں اور حاجتمندوں کی دلجوئی اور ہمدردی کے ساتھ ان کے ضروری اخراجات کی فراہمی کا سامان بھی ہوتا ہےاور معاشرے کے سبھی طبقات کے درمیان توازن کی راہ ہموار ہوتی ہے، اسی لئے کتاب وسنت میں اس کی اہمیت وفضیلت سے لیکر احکام کی تمام جزئیات تک کی تفصیلات پوری وضاحت کے ساتھ پیش کردی گئی ہیں۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت کے مطابق جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کویمن روانہ فرمایا توانہیں اپنی دعوت اور تعلیم کے متعلق مختلف ہدایات دی تھیں جن میں ایک یہ بھی تھی کہ :

’’فَأَعْلِمْهُمْ أَنَّ اللَّهَ افْتَرَضَ عَلَيْهِمْ صَدَقَةً، تُؤْخَذُ مِنْ أَغْنِيَائِهِمْ، فَتُرَدُّ إِلىٰ فُقَرَائِهِمْ‘‘۔(بخاری:۱۴۵۸، مسلم:۱۹)

’’انہیں یہ بتاؤ کہ اللہ نے ان پر صدقہ فرض کیا ہے جوان کے مالداروں سے وصول کرکےان کے فقیروں کولوٹا دیا جائے گا‘‘۔

اورمختلف مقامات پر اللہ تعالیٰ نے زکاۃ کونماز کے ساتھ جوڑ کر بیان کیا ہے :

مثلاً:

﴿وَأَقِيمُواْ ٱلصَّلَوٰةَ وَءَاتُواْ ٱلزَّكَوٰةَ وَٱرۡكَعُواْ مَعَ ٱلرَّٰكِعِينَ﴾ [البقرۃ:۴۳]۔

''اور نمازوں کو قائم کرو اور زکوٰۃ دو اور رکوع کرنے والوں کے ساتھ رکوع کرو''۔

اور ﴿وَأَقِيمُواْ ٱلصَّلَوٰةَ وَءَاتُواْ ٱلزَّكَوٰةَ وَأَقۡرِضُواْ ٱللَّهَ قَرۡضًا حَسَنًا﴾ [المزمل:۲۰]۔

''اور زکوٰۃ دیتے رہا کرو اور اللہ تعالیٰ کو اچھا قرض دو''۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کا شمار ان پانچ چیزوں میں بھی کیا ہے جن پر اسلام کی بنیاد قائم ہے۔ اور اس کی فضیلت میں متعدد حدیثیں وارد ہیں جن میں زکاۃ کا ثواب اور اس کے فوائد بیان کئے گئے ہیں، انہیں میں سے ایک حدیث وہ بھی ہے جس کے راوی حضرت جابر رضی اللہ عنہ ہیں، بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے عرض کیا : اے اللہ کے رسول ! یہ فرمایئے کہ اگر کوئی شخص اپنے مال کی زکاۃ ادا کردے؟ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا : جو اپنے مال کی زکاۃ ادا کردے تو اس (مال) سے اس کا شر رخصت ہو جاتا ہے۔ (طبرانی فی الاوسط دیکھیے: صحیح الترغیب:۷۴۰)

اور جو لوگ اپنے مال کی زکاۃ نہیں ادا کرتے ہیں ان کے متعلق قرآن وسنت میں سخت وعیدیں آئی ہیں۔

جن میں سے کچھ حسب ذیل ہیں :

﴿وَلَا يَحۡسَبَنَّ ٱلَّذِينَ يَبۡخَلُونَ بِمَآ ءَاتَىٰهُمُ ٱللَّهُ مِن فَضۡلِهِۦ هُوَ خَيۡرًا لَّهُمۖ بَلۡ هُوَ شَرّٞ لَّهُمۡۖ سَيُطَوَّقُونَ مَا بَخِلُواْ بِهِۦ يَوۡمَ ٱلۡقِيَٰمَةِۗ وَلِلَّهِ مِيرَٰثُ ٱلسَّمَٰوَٰتِ وَٱلۡأَرۡضِۗ وَٱللَّهُ بِمَا تَعۡمَلُونَ خَبِيرٞ﴾

[آل عمران:۱۸۰]۔

’’جنہیں اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے کچھ دے رکھا ہے وہ اس میں اپنی کنجوسی کو اپنے لئے بہتر خیال نہ کریں بلکہ وہ ان کے لئے نہایت بدتر ہے، عنقریب قیامت والے دن یہ اپنی کنجوسی کی چیز کے طوق ڈالے جائیں گے، آسمانوں اور زمین کی میراث اللہ تعالیٰ ہی کے لئے اور جو کچھ تم کر رہے ہو، اس سے اللہ تعالیٰ آگاہ ہے‘‘۔

﴿وَٱلَّذِينَ يَكْنِزُونَ ٱلذَّهَبَ وَٱلْفِضَّةَ وَلَا يُنفِقُونَهَا فِى سَبِيلِ ٱللَّهِ فَبَشِّرْهُم بِعَذَابٍ أَلِيمٍ ﴿٣٤﴾ يَوْمَ يُحْمَىٰ عَلَيْهَا فِى نَارِ جَهَنَّمَ فَتُكْوَىٰ بِهَا جِبَاهُهُمْ وَجُنُوبُهُمْ وَظُهُورُهُمْ ۖ هَٰذَا مَا كَنَزْتُمْ لِأَنفُسِكُمْ فَذُوقُوا۟ مَا كُنتُمْ تَكْنِزُونَ﴾ [التوبہ:۳۴-۳۵]۔

’’اور جو لوگ سونے چاندی کا خزانہ رکھتے ہیں اور اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے، انہیں دردناک عذاب کی خبر پہنچا دیجئے جس دن اس خزانے کو آتش دوزخ میں تپایا جائے گا پھر اس سے ان کی پیشانیاں اور پہلو اور پیٹھیں داغی جائیں گی (ان سے کہا جائے گا) یہ ہے جسے تم نے اپنے لئے خزانہ بنا کر رکھا تھا۔ پس اپنے خزانوں کا مزہ چکھو‘‘۔

’’عن أَبي هُرَيْرَةَ ، يَقُولُ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: " مَا مِنْ صَاحِبِ ذَهَبٍ وَلَا فِضَّةٍ لَا يُؤَدِّي مِنْهَا حَقَّهَا، إِلَّا إِذَا كَانَ يَوْمُ الْقِيَامَةِ صُفِّحَتْ لَهُ صَفَائِحُ مِنْ نَارٍ، فَأُحْمِيَ عَلَيْهَا فِي نَارِ جَهَنَّمَ، فَيُكْوَى بِهَا جَنْبُهُ وَجَبِينُهُ وَظَهْرُهُ، كُلَّمَا بَرَدَتْ

أُعِيدَتْ لَهُ فِي يَوْمٍ كَانَ مِقْدَارُهُ خَمْسِينَ أَلْفَ سَنَةٍ، حَتَّى يُقْضَى بَيْنَ الْعِبَادِ، فَيَرَى سَبِيلَهُ إِمَّا إِلَى الْجَنَّةِ، وَإِمَّا إِلَى النَّارِ، قِيلَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ فَالإِبِلُ؟، قَالَ: وَلَا صَاحِبُ إِبِلٍ لَا يُؤَدِّي مِنْهَا حَقَّهَا، وَمِنْ حَقِّهَا حَلَبُهَا يَوْمَ وِرْدِهَا، إِلَّا إِذَا كَانَ يَوْمُ الْقِيَامَةِ بُطِحَ لَهَا بِقَاعٍ قَرْقَرٍ أَوْفَرَ مَا كَانَتْ، لَا يَفْقِدُ مِنْهَا فَصِيلًا وَاحِدًا، تَطَؤُهُ بِأَخْفَافِهَا وَتَعَضُّهُ بِأَفْوَاهِهَا، كُلَّمَا مَرَّ عَلَيْهِ أُولَاهَا رُدَّ عَلَيْهِ أُخْرَاهَا فِي يَوْمٍ كَانَ مِقْدَارُهُ خَمْسِينَ أَلْفَ سَنَةٍ، حَتَّى يُقْضَى بَيْنَ الْعِبَادِ، فَيَرَى سَبِيلَهُ إِمَّا إِلَى الْجَنَّةِ، وَإِمَّا إِلَى النَّارِ، قِيلَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ فَالْبَقَرُ وَالْغَنَمُ؟، قَالَ: وَلَا صَاحِبُ بَقَرٍ وَلَا غَنَمٍ لَا يُؤَدِّي مِنْهَا حَقَّهَا، إِلَّا إِذَا كَانَ يَوْمُ الْقِيَامَةِ بُطِحَ لَهَا بِقَاعٍ قَرْقَرٍ، لَا يَفْقِدُ مِنْهَا شَيْئًا لَيْسَ فِيهَا عَقْصَاءُ وَلَا جَلْحَاءُ وَلَا عَضْبَاءُ، تَنْطَحُهُ بِقُرُونِهَا وَتَطَؤُهُ بِأَظْلَافِهَا، كُلَّمَا مَرَّ عَلَيْهِ أُولَاهَا رُدَّ عَلَيْهِ أُخْرَاهَا فِي يَوْمٍ كَانَ مِقْدَارُهُ خَمْسِينَ أَلْفَ سَنَةٍ، حَتَّى يُقْضَى بَيْنَ الْعِبَادِ، فَيَرَى سَبِيلَهُ إِمَّا إِلَى الْجَنَّةِ، وَإِمَّا إِلَى النَّارِ، قِيلَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ فَالْخَيْلُ؟، قَالَ: الْخَيْلُ ثَلَاثَةٌ: هِيَ لِرَجُلٍ وِزْرٌ، وَهِيَ لِرَجُلٍ سِتْرٌ، وَهِيَ لِرَجُلٍ أَجْرٌ، فَأَمَّا الَّتِي هِيَ لَهُ وِزْرٌ، فَرَجُلٌ رَبَطَهَا رِيَاءً وَفَخْرًا وَنِوَاءً عَلَى أَهْلِ الإِسْلَامِ، فَهِيَ لَهُ وِزْرٌ، وَأَمَّا الَّتِي هِيَ لَهُ سِتْرٌ، فَرَجُلٌ رَبَطَهَا فِي سَبِيلِ اللَّهِ، ثُمَّ لَمْ يَنْسَ حَقَّ اللَّهِ فِي ظُهُورِهَا وَلَا رِقَابِهَا، فَهِيَ لَهُ سِتْرٌ، وَأَمَّا الَّتِي هِيَ لَهُ أَجْرٌ، فَرَجُلٌ رَبَطَهَا فِي سَبِيلِ اللَّهِ لِأَهْلِ

الْإِسْلَامِ، فِي مَرْجٍ وَرَوْضَةٍ فَمَا أَكَلَتْ مِنْ ذَلِكَ الْمَرْجِ أَوِ الرَّوْضَةِ مِنْ شَيْءٍ، إِلَّا كُتِبَ لَهُ عَدَدَ مَا أَكَلَتْ حَسَنَاتٌ، وَكُتِبَ لَهُ عَدَدَ أَرْوَاثِهَا وَأَبْوَالِهَا حَسَنَاتٌ، وَلَا تَقْطَعُ طِوَلَهَا فَاسْتَنَّتْ شَرَفًا أَوْ شَرَفَيْنِ، إِلَّا كَتَبَ اللَّهُ لَهُ عَدَدَ آثَارِهَا وَأَرْوَاثِهَا حَسَنَاتٍ، وَلَا مَرَّ بِهَا صَاحِبُهَا عَلَى نَهْرٍ، فَشَرِبَتْ مِنْهُ وَلَا يُرِيدُ أَنْ يَسْقِيَهَا، إِلَّا كَتَبَ اللَّهُ لَهُ عَدَدَ مَا شَرِبَتْ حَسَنَاتٍ، قِيلَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ فَالْحُمُرُ؟، قَالَ: مَا أُنْزِلَ عَلَيَّ فِي الْحُمُرِ شَيْءٌ إِلَّا هَذِهِ الْآيَةَ الْفَاذَّةُ الْجَامِعَةُ فَمَنْ يَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَرَهُ {7} وَمَنْ يَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَرَهُ {8} سورة الزلزلة آية7۔8"۔

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”کوئی چاندی سونے کا مالک ایسا نہیں کہ اس کی زکوٰۃ نہ دیتا ہو مگر وہ قیامت کے دن ایسا ہوگا کہ اس کی چاندی، سونے کے تختے بنائے جائیں گے اور وہ جہنم کی آگ میں گرم کیے جائیں گے پھر اس کا ماتھا اور کروٹیں اس سے داغی جائیں گی اور اس کی پیٹھ اور جب وہ ٹھنڈے ہو جائیں گے پھر گرم کیے جائیں گے پچاس ہزار برس کے دن پھر اس کو یہی عذاب ہوگا یہاں تک کہ فیصلہ ہو بندوں کا اور اس کی کچھ راہ نکلے جنت یا دوزخ کی طرف۔“ ان سے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! پھر اونٹوں کا کیا حال ہوگا؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”جو اونٹ والا اپنے اونٹوں کا حق نہیں دیتا اور اس کے حق میں سے ایک یہ بھی ہے کہ دودھ دوہے جس دن ان کو پانی پلائے (عرب کا معمول تھا کہ تیسرے یا چوتھے دن اونٹوں کو پانی پلانے لے جاتے وہاں مسکین جمع رہتے اونٹوں

کے مالک ان کو دودھ دوھ کر پلاتے حالانکہ یہ واجب نہیں ہے مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اونٹوں کا ایک حق اس کو بھی قرار دیا) جب قیامت کا دن ہوگا تو وہ اوندھا لٹایا جائے گا ایک برابر زمین پر اور وہ اونٹ نہایت فربہ ہو کر آئیں گے کہ ان میں سے کوئی بچہ بھی باقی نہ رہے گا اور اس کو اپنے کھروں سے روندیں گے اور منہ سے کاٹیں گے پھر جب ان میں سے پہلا جانور روندتا چلا جائے گا پچھلا آ جائے گا۔ یوں یہ عذاب ہوتا رہے گا سارا دن کہ پچاس ہزار برس کا ہوگا یہاں تک کہ فیصلہ ہو جائے بندوں کا پھر اس کی کچھ راہ نکلے جنت یا دوزخ کی طرف۔" پھر عرض کی اے اللہ کے رسول! اور گائے بکری کا کیا حال ہوگا؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "کوئی گائے بکری والا ایسا نہیں جو اس کی زکوٰۃ نہ دیتا ہو مگر جب قیامت کا دن ہوگا تو وہ اوندھا لٹایا جائے گا ایک پٹ پر صاف زمین پر اور ان گائے بکریوں میں سب آئیں گی کوئی باقی نہ رہے گی اور ایسی ہوں گی کہ ان میں سینگ مڑی ہوئی نہ ہوں گی، نہ بے سینگ کی، نہ سینگ ٹوٹی اور آ کر اس کو ماریں گی اپنی سینگوں سے اور روندیں گی اپنے کھروں سے جب اگلی اس پر سے گزر جائے گی پچھلی پھر آئے گی یہی عذاب ہوگا اس پر پچاس ہزار برس کے دن پھر یہاں تک کہ فیصلہ ہو جائے بندوں کا پھر اس کی راہ کی جائے جنت یا دوزخ کی طرف۔" پھر عرض کی کہ اے اللہ کے رسول! اور گھوڑے؟ آپ نے فرمایا: "گھوڑے تین طرح پر ہیں ایک اپنے مالک پر بار ہے یعنی وبال ہے۔ دوسرا اپنے مالک کا عیب ڈھاپنے والا ہے۔ تیسرا اپنے مالک کے ثواب کا سامان ہے، اب اس وبال والے گھوڑے کا حال سنو جو باندھا ہے اس لیے کہ لوگوں کو دکھلائے اور لوگوں میں بڑ مارے اور مسلمانوں سے عداوت کرے سو یہ اپنے مالک کے حق میں وبال ہے اور وہ جو عیب

ڈھانپنے والا ہے وہ گھوڑا ہے کہ اس کو اللہ کی راہ میں باندھا ہے (یعنی جہاد کے لئے) اور اس کی سواری میں اللہ کا حق نہیں بھولتا اور نہ اس کے گھاس چارہ میں کمی کرتا ہے تو وہ اس کا عیب ڈھانپنے والا ہے اور جو ثواب کا سامان ہے اس کا کیا کہنا وہ گھوڑا ہے کہ باندھا اللہ کی راہ میں اہل اسلام کی مدد اور حمایت کے لئے کسی چراگاہ یا باغ میں پھر اس نے جو کھایا اس پر چراگاہ یا باغ سے اس کی گنتی کے موافق نیکیاں اس کے مالک کے لئے لکھی گئیں اور اس کی لید اور پیشاب تک نیکیوں میں لکھا گیا اور جب وہ اپنی لمبی رسی توڑ کر ایک دو ٹیلے پر چڑھ جاتا ہے تو اس کے قدموں اور اس کی لید کی گنتی کے موافق نیکیاں لکھی جاتی ہیں اور جب اس کا مالک کسی ندی پر لے جاتا ہے اور وہ گھوڑا اس میں سے پانی پی لیتا ہے اگرچہ مالک کا پلانے کا ارادہ بھی نہ تھا، تب بھی اس کے لئے ان قطروں کے موافق نیکیاں لکھی جاتی ہیں جو اس نے پیئے ہیں۔" (یہ ثواب تو بے ارادہ پانی پی لینے میں ہے پھر جب پانی پلانے کے ارادہ سے لے جائے تو کیا کچھ ثواب نہ پائے گا) پھر عرض کی کہ اے اللہ کے رسول! اور گدھے کا حال فرمایئے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے گدھوں کے بارہ میں فرمایا: "میرے اوپر کوئی حکم نہیں اترا بجز اس آیت کے جو بے مثل اور جمع کرنے والی ہے :

﴿فَمَن يَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَرَهُ ۝٧ وَمَن يَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَرَهُ ۝٨﴾ [زلزال:٧-٨]۔

یعنی جس نے ذرہ کے برابر نیکی کی وہ اسے دیکھے گا یعنی قیامت کے دن اور جس نے ذرہ برابر بدی کی وہ بھی اسے دیکھے گا"۔ (مسلم:٢٢٩٠)

"عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ

وَسَلَّمَ:" مَنْ آتَاهُ اللَّهُ مَالًا فَلَمْ يُؤَدِّ زَكَاتَهُ، مُثِّلَ لَهُ مَالُهُ شُجَاعًا أَقْرَعَ، لَهُ زَبِيبَتَانِ، يُطَوَّقُهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ، يَأْخُذُ بِلِهْزِمَتَيْهِ" يَعْنِي بِشِدْقَيْهِ، يَقُولُ:" أَنَا مَالُكَ، أَنَا كَنْزُكَ، ثُمَّ تَلَا هَذِهِ الآيَةَ وَلَا يَحْسَبَنَّ الَّذِينَ يَبْخَلُونَ بِمَا آتَاهُمُ اللَّهُ مِنْ فَضْلِهِ سورة آل عمران آية 180 إِلَى آخِرِ الْآيَةِ''.

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جسے اللہ تعالیٰ نے مال دیا اور پھر اس نے اس کی زکوٰۃ نہیں ادا کی تو (آخرت میں) اس کا مال نہایت زہریلا سانپ بن کر جس کی آنکھوں کے اوپر دو نقطے ہوں گے۔ اس کی گردن میں طوق کی طرح پہنا دیا جائے گا۔ پھر وہ سانپ اس کے دونوں جبڑوں کو پکڑ کر کہے گا کہ میں ہی تیرا مال ہوں، میں ہی تیرا خزانہ ہوں، پھر آپ نے اس آیت:

﴿ وَلَا يَحْسَبَنَّ ٱلَّذِينَ يَبْخَلُونَ بِمَآ ءَاتَىٰهُمُ ٱللَّهُ مِن فَضْلِهِۦ ﴾

''اور جو لوگ کہ اس مال میں بخل کرتے ہیں جو اللہ نے انہیں اپنے فضل سے دے رکھا ہے، وہ یہ نہ سمجھیں کہ یہ مال ان کے حق میں بہتر ہے۔'' کی تلاوت کی آخر تک''۔ (بخاری:۴۵۶۵)

زیر نظر کتابچے میں زکاۃ کے اہم مسائل کو مختصر انداز میں پیش کیا گیا ہے۔ ہمیں امید ہے کہ اس سے عوام الناس کو استفادہ کا موقع ملے گا۔

وآخر دعوانا ان الحمدللہ رب العالمین۔

مختصر مسائل زکاۃ

زکاۃ کا لغوی معنی :

لغوی اعتبار سے زکاۃ کا معنی طہارت وصفائی، اضافہ اور بڑھوتری اور برکت ومدح ہے۔ اور قرآن وحدیث میں زکاۃ کے ان سارے ہی معانی کا استعمال کیا گیا ہے۔ اسی طرح اس کا استعمال اصلاح کے معنی میں بھی کیا گیا ہے۔

زکاۃ کا شرعی معنی :

شریعت کی اصطلاح میں زکاۃ صاحبِ نصاب مسلمانوں کے مخصوص مال کا وہ مقررہ حصہ ہے جو کتاب اللہ میں نامزد مستحقین کے لئے اللہ عزوجل نے فرض کیا ہے، اور اس کے لئے کچھ شرطیں مقرر ہیں۔ اور اس کا مقصد اللہ کی عبادت ہے۔

زکاۃ کا حکم :

زکاۃ اسلام کے ارکان میں سے ایک رکن اور صاحبِ نصاب مسلمان پر شرعی فریضہ ہے، اس کی فرضیت کا انکار کرنے والا کافر ہوجاتا ہے اور زکاۃ ادا نہ کرنے والا کبیرہ گناہ کا مرتکب ہوتا ہے اور اس کے لئے سخت دنیوی اور اخروی سزائیں مقرر ہیں۔

زکاۃ کے فوائد وثمرات :

اسلام میں زکاۃ کی تین قسمیں ہیں اور تینوں کے اپنے اپنے فوائد وثمرات ہیں، اور وہ حسب ذیل ہیں :

۱۔ نفس کی زکاۃ :

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :

﴿وَنَفْسٍ وَمَا سَوَّاهَا ۝ فَأَلْهَمَهَا فُجُورَهَا وَتَقْوَاهَا ۝ قَدْ أَفْلَحَ مَن زَكَّاهَا﴾ [الشمس:۷-۹]۔

''قسم ہے نفس کی اور اسے درست بنانے کی پھر سمجھ دی اس کو بدکاری کی اور بچ کر چلنے کی جس نے اسے پاک کیا وہ کامیاب ہوا''۔

اسے تزکیۂ نفس سے بھی تعبیر کیا جاتا ہے، اور اس کا مطلب یہ ہے کہ نفس کو شرک وکفر، بدعات ونفاق، گناہوں اور معصیتوں اور برے اخلاق سے پاک وصاف کرلیا جائے جس کا فائدہ فلاح وکامرانی کی شکل میں برآمد ہوتا ہے۔

۲۔ بدن کی زکاۃ :

اس کا ذریعہ رمضان المبارک کا صدقۂ فطر ہے جسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہر چھوٹے بڑے، مرد، عورت، آزاد، غلام مسلمان پر فرض کیا ہے جس کا مقصد روزے دار کو لغو چیزوں اور غلط کاموں اور باتوں کی آلودگیوں سے پاک وصاف کرنا ہے، اور اس کی مقدار ایک صاع غذائی مواد ہے خواہ وہ گیہوں ہو، کھجور ہو، جَو ہو، یا پنیر یا کشمش ہو۔

۳۔ اموال کی زکاۃ :

یہی وہ معروف زکاۃ ہے جو اموال میں نکالی جاتی ہے جس سے مال کے ساتھ ساتھ نفس بھی پاک صاف ہوتے ہیں اور جان ومال میں برکت حاصل ہوتی ہے، اور مصیبتوں اور پریشانیوں کے دور کرنے کا تجربہ بھی اس سے خوب خوب ہوا ہے۔ اور زکاۃ وصول کرنے اور اس سے فائدہ اٹھانے والوں کی جو دعائیں ملتی ہیں ان سے زندگی میں بڑا سکون واطمینان حاصل ہوتا ہے۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کو حکم دیا کہ:

﴿خُذْ مِنْ أَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً تُطَهِّرُهُمْ وَتُزَكِّيهِم بِهَا وَصَلِّ عَلَيْهِمْ ۖ إِنَّ صَلَوٰتَكَ سَكَنٌ لَّهُمْ ۗ﴾ [التوبہ: ۱۰۳]۔

''آپ ان کے مالوں میں سے صدقہ لے لیجئے، جس کے ذریعہ سے آپ ان کو پاک صاف کردیں اور ان کے لیے دعا کیجئے، بلاشبہ آپ کی دعا ان کے لیے موجب اطمینان ہے''۔

● وجوب زکاۃ کی شرطیں :

۱۔ جو شخص زکاۃ کی ادائیگی کا مکلف کیا گیا ہے مال پورے طور پر اس کی ملکیت میں ہو۔

۲۔ وہ مال بڑھنے والا ہو یا حکماً اس کے اندر بڑھوتری کی صلاحیت ہو۔ یعنی تجارت وغیرہ میں لگانے سے اس میں اضافہ ہو سکے۔

۳۔ وہ مال شرعی نصاب کو پہنچ گیا ہو۔

۴۔ اس مال میں فوری قرض کی ادائیگی لازم نہ ہو۔ اگر فوری قرض کی ادائیگی لازم ہو تو مقررہ رقم وضع کرنے کے بعد زکاۃ ادا کی جائے گی۔

۵۔ نصاب کو پہنچنے کے بعد سے مال کی ملکیت پر ایک پورا ہجری سال گزر گیا ہو۔ صرف معدنیات، دفینوں اور کھیتوں کی زکاۃ اس سے مستثنیٰ ہے کیونکہ ان کی زکاۃ ان کے حصول اور پیداوار کے ہاتھ آتے ہی واجب ہو جاتی ہے۔

زکاۃ کن چیزوں میں واجب ہوتی ہے

۱۔ نقد اموال :

سونا، چاندی، کاغذی نوٹ، سکے اور بینک وغیرہ کے وہ مستندات (چیک وغیرہ) جو

نقدی کے حکم میں آتے ہیں۔

۲۔ سامان تجارت :

یعنی جو چیزیں بیچنے اور فروخت کرنے کے لئے رکھی گئی ہوں۔

۳۔ رکاز :

دفنیہ، زمین میں گڑا ہوا وہ خزانہ جو سونے یا چاندی یا انہیں کے سکوں کی شکل میں ہو۔ اس میں سال گزرنے کی شرط نہیں ہے، جس وقت وہ حاصل ہو اسی وقت اس کا پانچواں حصہ بیت المال کے لئے نکال دینا واجب ہے۔ اور اگر کوئی حکومت اور بیت المال کا نظام نہ ہو تو اسے مسلمانوں کی عام مصلحتوں اور فائدے کے کاموں میں صرف کر دیا جائے گا۔

۴۔ کھیتیاں اور پھل :

پھلوں اور سبزیوں میں عام طور پر زکاۃ نہیں ہے صرف کھجور اور کشمش یا انگور ہی کی زکاۃ حدیثوں میں وارد ہے، اور غلوں میں گیہوں اور جو کی وارد ہے۔ البتہ جو پھل یا غلے سامان تجارت کے طور پر استعمال ہوتے ہیں ان کا حکم سامان تجارت کا ہی ہے۔

۵۔ چوپائے :

گائے، بیل، بھینس، بھیڑ بکریاں اور اونٹ۔

- زکاۃ ہر مسلمان صاحب نصاب پر جس کی ملکیت کامل ہو اور وہ آزاد ہو مقررہ شرطوں کے ساتھ واجب ہے، حتی کہ یتیم اور پاگل کے مال میں بھی زکاۃ واجب ہے۔

مگر بعض علماء نابالغ بچے اور پاگل کے مال میں زکاۃ کے قائل نہیں ہیں کیونکہ احکام اسلام کا اجراء مکلف لوگوں پر ہوتا ہے اور یہ دونوں مکلف نہیں ہیں اس لئے ان کے

مال میں زکاۃ نہیں ہے، یہی مسلک امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا بتایا جاتا ہے اور علامہ شوکانی، علامہ نواب صدیق حسن خان بھوپالی اور علامہ البانی رحمہم اللہ وغیرہ کی یہی رائے ہے۔ واللہ اعلم۔

- زکاۃ نہ ادا کرنے سے ساقط نہیں ہوتی ہے بلکہ جتنے سال کی زکاۃ ادا نہ کی جائے گی وہ مکلف پر واجب الادا رہے گی، حتی کہ مرنے کے بعد بھی ساقط نہیں ہوگی بلکہ ترکہ تقسیم کرنے سے پہلے اس کے مال سے زکاۃ کی رقم ادا کرنا لازم ہے۔
- مال کی زکاۃ نقدی کے ذریعہ ادا کرنا واجب ہے، اور اس کی جگہ عینی مواد یا غذائی اجناس دینا جائز نہیں ہے، مثلاً کوئی شخص یہ چاہے کہ میں زکاۃ میں نقد دینے کے بجائے غلہ خرید کر غریبوں میں تقسیم کردوں، جاڑے میں کمبل بانٹ دوں، غریبوں کے گھر میں پانی کا انتظام کرادوں، یا یتیموں اور فقیروں کی شادی کرادوں، یا دوائیں اور طبی سامان خرید کر مریضوں کو دے دوں تو یہ کام صحیح نہیں ہے کیونکہ صاحب زکاۃ پر واجب یہی ہے کہ وہ زکاۃ کی رقم مستحقین کے حوالے کردے، اور اسے یہ حق نہیں ہے کہ اس رقم میں تصرف کرے، نہ اسے یہی حق پہنچتا ہے کہ وہ اپنے نقطۂ نظر سے ان کے لئے زیادہ نفع بخش صورت کی جستجو کرے، بلکہ اسے چاہیے کہ وہ نقد رقم فقیر ومسکین کے حوالے کردے اور اسے اپنی حاجت اور مصلحت کا دوسروں سے زیادہ علم ہوتا ہے۔ امام ابن تیمیہ کی یہی رائے ہے اور شیخ ابن باز اور شیخ ابن عثیمین رحمہم اللہ وغیرہ کے فتاوے بھی اسی کے مؤید ہیں۔

البتہ فقیر اگر مجنون یا ضعیف العقل یا نادان اور بیوقوف ہو یا تجربے سے کوتاہ ثابت ہوا ہو اور یہ خدشہ پوری طرح موجود ہو کہ وہ مال سے کھلواڑ کرے گا اور اس کا غلط

استعمال کرے گا اوراس کی احتیاج بدستور باقی رہ جائے گی تو ایسی صورت میں راجح مصلحت کے پیش نظر عینی اشیاء لباس یا غذا وغیرہ بقدر واجب زکاۃ اسے دی جاسکتی ہیں۔اور بعض علماء نے یہ بھی کہا ہے کہ اس سے توکیل حاصل کرلے تو بہتر ہے۔

- ایسے ہی علماء نے عینی چیزوں کی قیمت زکاۃ میں دینے کو بلاکسی راجح مصلحت کے ممنوع بتایا ہے،مگر حاجت یا مصلحت یا عدل کے پیش نظر قیمت ادا کردینا جائز ہے مثلاً اگر کوئی آدمی اپنے باغ کا پھل بیچ چکا یا اپنا غلہ بیچ چکا ہوتو اسے پھل یا غلہ خرید کر زکاۃ ادا کرنے کی ضرورت نہیں،اسی طرح پانچ اونٹوں پر ایک بکری مقرر ہے لیکن اس شہر میں اسے بکری دستیاب نہ ہوسکے تو اسے دوسرے شہر تک سفر کرکے جانے کی ضرورت نہیں اگر وہ قیمت ادا کردے گا تو اس کے لئے جائز ہوگا۔

زکاۃ کا نصاب

سونے کا نصاب :

۲۰ ر مثقال ہے اور ہمارے موجودہ زمانے کے معیار کے مطابق ایک مثقال کا وزن تقریباً ۲۵، ۴ ر گرام ہوتا ہے اس اعتبار سے سونے کا نصاب تقریباً ۸۵ ر گرام ہے جو اس کا مالک ہوجائے خواہ وہ کسی بھی شکل میں ہو سال گزرنے پر اس کے اوپر زکاۃ واجب ہوجائے گی اور اسے ہر ہزار میں سے ۲۵ ر یا فیصد کے اعتبار سے (۲.۵ %) ڈھائی فیصد نکالنا ہوگا۔ یہ ۸۵ ر گرام نصاب کی ادنی حد ہے اور اس سے آگے جتنا بھی مال بڑھتا جائے گا اس پورے مال کی زکاۃ نکالنی ہوگی نہ کہ صرف نصاب سے زائد مال کی جیسا کہ بعض لوگوں کو غلط فہمی ہوتی ہے۔البتہ مذکورہ وزن (یعنی ۸۵ ر گرام) خالص

سونے کا نصاب ہے جس کا عیار ۲۴؍ کریٹ ہوتا ہے اور ۲۱؍ یا ۱۸؍ کریٹ کا سونا خالص نہیں ہوتا ہے اس میں دیگر معدنیات کی ملاوٹ ہوتی ہے اور اس میں سے خالص سونے کا وزن نکالنے کا طریقہ یہ ہے کہ اپنے پاس موجود سونے کو اس کے عیار (کریٹ) سے ضرب دیں اور جو نتیجہ نکلے اسے ۲۴؍ سے تقسیم کردیں اس کا جو حاصل ہوگا وہی سونے کا اصلی وزن ہوگا مثلاً آپ کے پاس ۲۱؍ کریٹ کا ۹۷؍ گرام سونا ہے تو آپ ۹۷؍ کو ۲۱؍ سے ضرب دیں تو نتیجہ ۲۰۳۷؍ نکلے گا اب آپ اسے ۲۴؍ سے تقسیم کردیں تو حاصل ۸۷۵ . ۸۴؍ نکلے گا جو خالص سونے کے نصاب ۸۵؍ گرام سے تھوڑا کم ہوتا ہے۔

چاندی کا نصاب :

چاندی کا نصاب دوسو درہم ہے، اور ہمارے زمانے کے اوزان کے اعتبار سے ایک درہم کا وزن ۲.۹۷۵؍ گرام ہوتا ہے۔ اس طرح چاندی کا نصاب تقریباً ۵۹۵ گرام ہوتا ہے۔ جو کوئی بھی اس مقدار کا مالک ہوجائے خواہ وہ کسی بھی شکل میں ہو تو اس پر ہر ہزار میں ۲۵؍ یعنی (۲.۵%) زکاۃ واجب ہے۔

● اگر سونے چاندی کے زیورات میں دیگر جواہرات کے نگینے لگے ہوں؟

اگر سونے چاندی کے زیورات میں دیگر جواہرات ہیرے وغیرہ جڑے ہوں تو صرف سونے اور چاندی ہی کی زکاۃ صحیح اندازہ لگانے کے بعد اگر وہ نصاب کو پہنچتے ہوں تو نکالی جائے گی ورنہ نہیں۔ کیونکہ دیگر قیمتی پتھروں پر زکاۃ نہیں ہے۔

● اگر سونے چاندی میں کھوٹ ہو؟

اگر ان میں تانبا وغیرہ ملا ہو تو چاندی اور سونے کی اصلی مقدار معلوم کرنے کے بعد

زکاۃ دی جائے گی۔

- **زیورات پر زکاۃ؟**

- صحیح اور راجح قول کے مطابق سونے اور چاندی کے ان زیورات پر بھی زکاۃ واجب ہے جو استعمال کے لئے ہوں۔

- سونے چاندی کے زیورات کا اگر کوئی شخص اپنی بیٹیوں اور بہوؤں کو مالک بنادے اور ہر ایک کی مقدار نصاب سے کم ہو تو زکاۃ کے لئے ان سب کو جمع نہیں کیا جائے گا اور کسی پر بھی زکاۃ واجب نہیں ہوگی، لیکن اگر وہ زیورات بطور عاریت صرف انہیں پہننے کے لئے دئے گئے ہیں اور ان کا مالک ایک ہی ہو تو ان کی حیثیت ایک ہی شخص کی ملکیت کی ہوگی اور ان سب کو ملا کر نصاب کی تعیین کی جائے گی۔

- اگر کسی شخص کے پاس موجود سونے اور چاندی کی مقدار الگ الگ نصاب سے کم ہو تو زکاۃ کے لئے ان دونوں کو ملایا نہیں جائے گا مگر نقد رقم کا معاملہ الگ ہے۔

- اگر کسی خاتون کے پاس نصاب کی مقدار زیورات ہوں اور نقد رقم نہ ہو اور اس کا شوہر یا دیگر رشتے دار اس کی طرف سے زکاۃ ادا کر دیں تو ٹھیک ہے ورنہ اسے اپنے زیورات میں سے ہی زکاۃ ادا کرنی ہوگی خواہ وہ انہیں بیچ کر ہی ان میں سے زکاۃ نکالے۔

- **نقد روپوں کی زکاۃ؟**

نقد روپوں کا نصاب بھی وہی ہے جو سونے کا ہے اور بعض علماء چاندی کے نصاب تک پہنچنے پر زکاۃ ادا کر دینے کی ترغیب دیتے ہیں کیونکہ وہ فقراء کی ہمدردی کے زیادہ مناسب ہے۔ واللہ اعلم

چوپایوں کا نصاب

۱۔ بھیڑ بکریوں کا نصاب :

سے	تک	زکاۃ
۴۰	۱۲۰	ایک بکری
۱۲۱	۲۰۰	دو بکریاں
۲۰۱	۳۰۰	تین بکریاں

نوٹ : پھر ہر سو پر ایک بکری

۲۔ اونٹوں کا نصاب :

سے	تک	زکاۃ
۵	۹	ایک بکری
۱۰	۱۴	دو بکریاں
۱۵	۱۹	تین بکریاں
۲۰	۲۴	چار بکریاں
۲۵	۳۵	ایک بنت مخاض (ایک سال کی اونٹنی)
۳۶	۴۵	ایک بنت لبون (دو سال کی اونٹنی)
۴۶	۶۰	ایک حقہ (تین سال کی اونٹنی)
۶۱	۷۵	ایک جذعہ (چار سال کی اونٹنی)

۷۶	۹۰	دو بنت لبون (دو سال کی دو اونٹنیاں)
۹۱	۱۲۰	دو حقہ (تین سال کی دو اونٹنیاں)
۱۲۱	۱۲۹	تین بنت لبون (دو سال کی تین اونٹنیاں)

نوٹ :

- پھر ہر چالیس میں ایک بنت لبون
- اور ہر پچاس میں ایک حقہ
- **گایوں اور بھینسوں کی زکاۃ :**

سے	تک	زکاۃ
۳۰	۳۹	ایک تبیع یا تبیعہ (یعنی ایک سال کا بچھڑا یا بچھڑی)
۴۰	۵۹	ایک مسنہ (یعنی دو سال کا بچھڑا)
۶۰	۶۹	دو تبیعہ (یعنی ایک سال کے دو بچھڑے)

- پھر ہر تیس میں ایک سال کا ایک بچھڑا اور ہر چالیس میں دو سال کا بچھڑا۔

نوٹ : زکاۃ میں نہ تو سانڈ کو لیا جائے گا نہ بوڑھا، نہ عیب دار، نہ خراب مال، نہ حد درجہ دبلا، نہ بچہ لیا جائے گا۔ اسی طرح سب سے عمدہ مال بھی نہیں لیا جائے گا۔

- **زکاۃ صرف ان چوپایوں میں واجب ہے :**

۱۔ جو جنگلوں میں سال بھر چرنے والے ہوں۔

۲۔ جنھیں دودھ، افزائش نسل اور موٹا کرنے کے لئے پالا گیا ہو۔

۳۔ وہ نصاب کو پہنچ گئے ہوں۔

جو جانور دودھ کی تجارت کے لئے پالے جاتے ہیں اور انہیں باندھ کر چارہ کھلایا جاتا ہے ان پر زکاۃ نہیں ہے، البتہ دودھ کی تجارت سے جو نفع ہوگا اس پر زکاۃ نصاب تک پہنچنے کی صورت میں واجب ہوگی۔

● وہ چوپائے جو مذکورہ نظام سے الگ ہیں :

۱۔ جو چوپائے تجارت کے لئے رکھے گئے ہوں ان کی زکاۃ سامان تجارت کی طرح (۲.۵%) ڈھائی فیصد ہوگی جو سال گزرنے پر ادا کی جائے گی۔

۲۔ کھیتی باڑی، سینچائی اور حمل ونقل کے لئے کام کرنے والے چوپایوں پر زکاۃ نہیں ہے۔

۳۔ بھیڑ بکری، گائے بھینس اور اونٹوں کے سوا دیگر حیوانوں پر زکاۃ نہیں ہے خواہ وہ کسی بھی مقصد کے لئے رکھے گئے ہوں، صرف تجارت کی صورت میں ان کی زکاۃ سامان تجارت کی شکل میں وصول کی جائے گی۔

۴۔ دودھ، اون، اور مرغیوں کے انڈوں پر زکاۃ نہیں ہے، البتہ جو ان میں سے تجارت کے لئے ہوں گے ان کی زکاۃ ادا کی جائے گی۔

۵۔ جو مرغیاں یا پرندے کھانے کے لئے پالے جائیں ان کی پیداوار پر زکاۃ نہیں ہے۔

سامان تجارت کی زکاۃ :

سامان تجارت کی زکاۃ دیگر اموال کی طرح اصل مال پر ایک ہجری سال گزرنے پر ڈھائی فیصد ہے۔

سامان تجارت میں وہ تمام چیزیں شامل ہیں جو خرید وفروخت کے لئے رکھی جاتی ہیں خواہ وہ روزمرہ استعمال کے سامان ہوں، زمینیں ہوں یا عمارتیں ہوں یا دیگر اشیاء۔

● اموال تجارت کی زکاۃ نکالنے کا طریقہ :

اس کا طریقہ یہ ہے کہ ایک سال گزرنے پر اس کی موجودہ قیمت کا جب زکاۃ فرض ہوئی ہے اندازہ لگایا جائے اور وقت خرید کی قیمت کا اعتبار نہ کیا جائے اور نفع کو بھی اصل مال ہی میں شامل کرلیا جائے اور سب کی زکاۃ مجموعی طور پر نکالی جائے، مثلاً اگر محرم میں کسی سامان کی قیمت دوسو ہو اور سال پورا ہوتے ہوتے خواہ چند لمحے پہلے ہی سہی اس کی قیمت تین سو ہو جائے تو زکاۃ تین سو کے اعتبار سے ادا کی جائے گی۔

● اموال تجارت میں سال کب سے شروع ہوتا ہے؟

اموال تجارت میں سال اس وقت سے شروع نہیں ہوتا ہے جب سے مال خریدا جاتا ہے بلکہ اس نقد سے شروع ہوتا ہے جس کے ذریعہ مال خریدا گیا ہے۔

● مضاربت کے مال میں زکاۃ کیسے ادا کی جائے؟

مضاربت اس تجارت کو کہتے ہیں جس میں سرمایہ ایک شخص کا اور محنت دوسرے شخص کی ہوتی ہے۔اور نفع میں دونوں طے شدہ حصے کے مطابق شریک ہوتے ہیں۔

مثلاً آپ تجارت کے لئے کسی کو بیس ہزار روپیہ اس شرط پر دیں کہ وہ اس سے مال خرید کر فروخت کرے اور نفع میں دونوں برابر کے شریک ہوں گے جبکہ وہ آپ کا رأس المال (اصل سرمایہ) آپ کو واپس کردے گا، پھر ایک سال کے بعد وہ بیس ہزار نفع کے ساتھ بڑھ کر تیس ہزار ہو جاتا ہے تو بیس ہزار رأس المال نکالنے کے بعد اس میں آپ کے ورکنگ پارٹنر (عامل) کا حصہ پانچ ہزار ہوتا ہے جبکہ آپ کا نفع بھی پانچ ہزار

ہی ہوتا ہے۔اب سوال یہ ہے کہ اس کی زکاۃ کیسے ادا کی جائے؟

تو جواب یہ ہے کہ زکاۃ پورے مال میں یعنی تیس ہزار میں واجب ہے۔جو اصل سرمایہ دار ہے وہ اپنے اصل مال اور نفع دونوں کی زکاۃ دے اور عامل (ورکنگ پارٹنر اپنے حصے کی زکاۃ دے بشرطیکہ وہ نصاب کو پہنچ جائے)اور اگر دونوں کی رضامندی سے پورے مال سے اکٹھا زکاۃ نکال دی جائے تو بھی کوئی حرج نہیں ہے۔

کارخانے کی زکاۃ جس میں سامان بنائے جاتے ہیں کیسے ادا کی جائے گی؟

- جو خام مال (کچا میٹیریل) کارخانے میں موجود ہو جس سے سامان تیار کیا جاتا ہے اور تیار شدہ مال دونوں کا اندازہ کر کے نیز انہیں پیک کئے جانے والے بکسوں اور ظروف کی بھی قیمت کا اندازہ لگا کے جو سامان کے ساتھ ہی دئے جاتے ہیں سب کی زکاۃ مجموعی طور پر نکالی جائے گی۔

- البتہ کارخانے کی عمارت ، زمینوں، مشینوں اور سامانوں کو لے جانے والی گاڑیوں پر کوئی زکاۃ نہیں خواہ ان کی قیمت کچھ بھی ہو۔

- **کمپنیوں کے جو شیئرز خریدے جاتے ہیں ان کی زکاۃ کیسے ادا کی جائے؟**

اگر وہ شیئرز برائے تجارت ہوں جن کی خرید وفروخت کا سلسلہ جاری رہتا ہو تو ان کا حکم سامان تجارت کا ہے کہ سال پورا ہونے پر ڈھائی فیصد (ربع عشر) نکال دیا جائے بشرطیکہ وہ تنہا یا دیگر اموال کے ساتھ ملکر نصاب کو پہنچ جائیں۔

اور اگر وہ شیئرز محض نفع کمانے کے لئے ہوں اور ان کی تجارت مقصود نہ ہو تو پھر اس کی زکاۃ محض حاصل شدہ نفع پر دی جائے گی جو مال کے حاصل ہونے کے بعد سال پورا ہونے اور نصاب کو پہنچنے پر ادا کی جائے گی۔

- اگر شیئرز بغرض تجارت ہوں تو ان کی زکاۃ موجودہ قیمت کے اعتبار سے نکالی جائے گی نہ کہ وقت خرید کی قیمت سے۔(شیخ ابن باز وغیرہ کی رائے یہی ہے)

- **نئے اسکالروں کا نقطۂ نظر :**

- **شیئر کی تعریف :**

شیئر لینے والی کمپنی کے رأس المال (اصل سرمائے) میں شیئر ہولڈر (شرکت کرنے والے پارٹنر) کا جو حصہ ہوتا ہے اسی کو شیئر کہا جاتا ہے۔

اسی طرح اس دستاویز (بانڈ پیپر) کو بھی شیئر کہا جاتا ہے جو اس حصے کے اثبات کے لئے بطور سند دی جاتی ہے۔

- شیئر کمپنی کے نفع کا ایک جزء پیدا کرتا ہے خواہ وہ کم ہو یا زیادہ اور وہ کمپنی کی کامیابی اور اس کے نفع کے اضافے یا نقصان سے منسلک ہوتا ہے، اور اپنے حصے کا خسارہ بھی برداشت کرتا ہے، کیونکہ شیئر کا مالک اپنے حصے کے بقدر کمپنی کے ایک جزء کا مالک ہوتا ہے۔

شیئرز کی قیمتیں :

شیئر کی قیمتیں متعدد ہوتی ہیں جن کی تفصیل حسب ذیل ہے:

۱۔ اسمی قیمت :

یہ وہ قیمت ہوتی ہے جو کمپنی کی تاسیس کے وقت شیئر کے لئے متعین کی جاتی ہے، اور شیئر کی سرٹیفیکیٹ میں وہی درج کی جاتی ہے۔

۲۔ دفتری قیمت :

یہ شیئر کی وہ قیمت ہوتی ہے جسے کمپنی اپنے چارجیز اور لوازمات کو وضع کرنے اور اپنے

اصل سرمایوں کو صادر ہونے والے متعدد شیئرز پر تقسیم کرنے کے بعد ظاہر کرتی ہے۔

۳۔ شیئر کی حقیقی قیمت :

یہی وہ مالی قیمت ہوتی ہے جس کی شیئر اصل نمائندگی کرتا ہے، اور وہ اس طور پر کہ اگر کمپنی اپنا کاروبار ختم کرکے حساب بے باق کرنے لگے اور اپنے موجودات کو حصوں پر تقسیم کرے تو اس کی وہی قیمت برآمد ہو۔

۴۔ بازاری قیمت :

یہ وہ قیمت ہوتی ہے جس پر وہ شیئر بازار میں فروخت ہوتا ہے، اور وہ پیشکش اور طلب کی حالت کے مطابق بدلتی رہتی ہے۔

- دیگر تجارتی اشیاء کی طرح یہ شیئرز (حصے) بھی اپنے اندر افراد کے درمیان تعامل اور گردش کی صلاحیت رکھتے ہیں، اسی لئے بعض لوگ اسے خرید وفروخت کے ذریعہ تجارت کا وسیلہ بنالیتے ہیں اور اس سے ان کا مقصد نفع کمانا ہوتا ہے۔
- اگر کمپنی کا کاروبار جائز اور تجارت حلال ہو تو اس کے شیئرز کی خرید وفروخت میں کوئی حرج نہیں ہے۔

کمپنیوں کے شیئرز کی زکاۃ کیسے ادا کی جائے؟

بعض لوگ شیئرز کی خرید وفروخت کاروبار اور تجارت کے طور پر کرتے ہیں جس کا مقصد یقینا منافع کمانا ہوتا ہے۔

جبکہ دوسرے لوگ اسے کاروبار نہیں بناتے محض سرمایہ کاری اور اپنے مال کو کہیں انویسٹ کرکے منافع کمانے کے لئے شیئرز خرید لیتے ہیں۔

قسم اول کا حکم :

یہ ہے کہ وہ شیئرز تجارتی سامانوں اور اموال کے حکم میں آتے ہیں اور اسٹاک ایکسچینج میں ان کی خرید وفروخت سامان تجارت کے طور پر ہوتی ہے، اس لئے سامان تجارت کی طرح ہر سال کے آخر میں ان کی قیمت کے بقدر ان کی زکاۃ ڈھائی فیصد نکالی جائے گی۔

قسم دوم کا حکم :

اس کے متعلق معاصر علماء کا اختلاف ہے بعض لوگ بلا تفریق اسے سامان تجارت مانتے ہیں جبکہ علماء کا دوسرا گروہ کمپنیوں کی نوعیت کے اعتبار سے ان میں تفریق کا قائل ہے اور یہی تفریق راجح معلوم ہوتی ہے جس کی تفصیل حسب ذیل ہے :

۱۔ وہ خالص صنعتی کمپنیاں جو کسی خاص چیز کی تجارت نہیں کرتی ہیں بلکہ ان کا تعلق مختلف قسم کی خدمات سے ہوتا ہے، مثلاً: رنگائی کے کارخانے ، ہوٹل، ٹرانسپورٹ کا کام کرنے والی کمپنیاں، تو اس طرح کی کمپنیوں کے شیئرز پر زکاۃ نہیں ہوتی ہے کیونکہ وہ آلات، مشینوں، عمارتوں اور ضروری سامانوں اور فرنیچر وغیرہ میں لگے ہوتے ہیں جن کی فراہمی ایسے کاموں میں لازم ہوتی ہے، اور ان چیزوں میں زکاۃ نہیں ہے۔ بلکہ زکاۃ ان شیئرز کے منافعوں پر ہوتی ہے بشرطیکہ وہ نصاب کو پہنچ جائیں اور ان پر سال گزر جائے۔

۲۔ خالص تجارتی کمپنیاں۔

۳۔ صنعتی تجارتی کمپنیاں۔

وہ خالص تجارتی کمپنیاں جو سامان خریدتی ہیں اور اسے مزید کسی تبدیلی کے عمل سے گزارے بغیر ویسے ہی فروخت کردیتی ہیں۔ مثلاً ایکسپورٹ امپورٹ کا کاروبار کرنے والی کمپنیاں یا باہر کی کمپنیاں جو اپنا سامان یہاں فروخت کرتی ہیں۔

اور وہ کمپنیاں جو بیک وقت صنعت وتجارت دونوں شعبوں میں کام کرتی ہیں۔ مثلاً وہ کمپنیاں جو خام مال نکالتی ہیں یا خریدتی ہیں پھر اسے تبدیلی کے عمل سے گزار کر اس کی تجارت کرتی ہیں۔ جیسے پٹرول کی کمپنیاں، دھاگے بنانے والی اور بنائی کرنے والی کمپنیاں، لوہے اور فولاد وغیرہ کی کمپنیاں، کیمیکل بنانے والی کمپنیاں، اور اسی قسم کی دیگر کمپنیاں۔

تو ان دونوں قسم کی کمپنیوں (یعنی خالص تجارتی اور صنعتی تجارتی کمپنیوں) کے شیئرز ہی میں زکاۃ واجب ہوتی ہے، البتہ اس کی عمارتوں، آلات اور مشینوں کی قیمت جو اس کمپنی کی ملکیت ہیں اس سے وضع کر لی جائے گی اس کے بعد زکاۃ نکالی جائے گی۔

اور ان عمارتوں، مشینوں اور آلات وغیرہ کی قیمت کی صحیح معلومات کمپنی کے سالانہ بجٹ سے معلوم کی جاسکتی ہے جو ہر سال پیش کیا جاتا ہے۔

۴۔ زراعتی کمپنیاں :

یہ وہ کمپنیاں ہوتی ہیں جن کی سرگرمی اراضی کی زراعت اور کھیتی باڑی پر ہوتی ہے۔

اس طرح کی کمپنیوں میں اگر محصول قابل زکاۃ ہو اور وجوب زکاۃ کے دائرے میں آتا ہو تو اس کی زکاۃ زراعت اور پھلوں کی طرح ادا کی جائے گی اور ہر شیئر والا اگر اس کا شیئر نصاب تک پہنچتا ہو جو ۳۰۰/ صاع ہے تو وہ اپنے حصے کی زکاۃ ایک عشر (دسواں حصہ) بارش کے پانی سے سیراب ہونے کی شکل میں ادا کرے گا اور اگر اس کی سینچائی میں اپنا خرچ آیا ہو تو نصف عشر ادا کرے گا۔

نوٹ : یہ بات بھی ذہن نشین رہنی چاہئے کہ صنعتی یا زراعتی کمپنیوں میں سے کسی کا بھی خزانہ نقد اموال سے خالی نہیں رہتا ہے، اور ان اموال میں زکاۃ کے وجوب میں

کوئی اشکال نہیں ہے، اس لئے ان نقدیوں میں ہر شیئر کا کتنا حصہ آتا ہے اس کا اندازہ لگانے کے بعد شیئر ہولڈر کو اپنے حصے کی زکاۃ نکال دینی چاہئے۔ خواہ وہ تنہا نصاب کو پہنچتا ہو یا دیگر نقدیوں کے ساتھ مل کر نصاب کی تکمیل کرتا ہو۔

- **زکاۃ شیئر لینے والی کمپنی پر واجب ہے یا شیئر ہولڈروں (کمپنی کے حصہ داروں) پر واجب ہے۔؟**

اس مسئلے میں دونوں طرح کی رائیں ہیں مگر جمہور علماء وباحثین (اسکالرز) اس طرف گئے ہیں کہ زکاۃ شیئر ہولڈروں (کمپنی کے حصے داروں) پر واجب ہے۔

۔اور یہی بات درست بھی ہے۔ کیونکہ مال کا حقیقی مالک تو حصے دار (شیئر ہولڈر) ہی ہوتا ہے، اور کمپنی اپنے نظام میں مذکور شرطوں کے مطابق اس کے شیئرز (حصوں) میں تصرف اس کی نیابت میں کیا کرتی ہے۔

اور اس لئے بھی کہ زکاۃ ایک عبادت ہے جسے انجام دیتے وقت نیت کی ضرورت ہوتی ہے، آدمی کو اسکے نکالنے پر ثواب اور نہ نکالنے پر سزا ملتی ہے۔ اور یہ چیز کمپنی کیلئے متصور نہیں ہوسکتی ہے۔

لہٰذا اصل یہی ہے کہ شیئر کی زکاۃ شیئر ہولڈر ہی نکالے گا، اس لئے کہ وہی اس کا مالک ہے اور اس کی زکاۃ دینے کا مکلف بھی وہی ہے۔

- لیکن اگر شیئر ہولڈروں (حصہ داروں) کی طرف سے بطور نیابت کمپنی ان شیئرز کی زکاۃ نکال دے تو کوئی حرج نہیں ہے۔ اور "**المجمع الفقھی**" نے شیئر لینے والی کمپنی کی طرف سے زکاۃ ادا کرنے میں کوئی مانع نہ ہونے کی چار صورتیں ذکر کی ہیں :

"جب اس کے نظام اساسی میں یہ بات طے ہو اور اس کی صراحت موجود ہو، یا

عمومی جمعیت (جنرل باڈی) کی طرف سے اس کے متعلق قرارداد صادر ہوئی ہو، یا ملک کا قانون کمپنیوں پر زکاۃ نکالنے کو لازم ٹھہراتا ہو، یا حصے دار (شیئر ہولڈر) نے کمپنی کی انتظامیہ کو اپنے شیئرز کی زکاۃ نکالنے کی ذمہ دار سونپ دی ہو۔ (۸۸۱/۱/۴) **مجلة المجمع الفقهی**۔

● شیئرز کی زکاۃ کس حساب سے نکالی جائے گی؟

شیئرز خواہ تجارتی (یعنی برائے خرید وفروخت) ہوں یا محض نفع کے حصول کے لئے انویسٹ کے طور پر لگائے گئے ہوں ان کی زکاۃ ربع عشر (یعنی: ۲/۵) ڈھائی فیصد ہے۔

● شیئرز کا حساب کب سے شروع ہوگا؟

شیئرز چاہے تجارتی کمپنیوں کے ہوں یا اس لئے خریدے گئے ہوں تا کہ ان سے تجارت کی جائے تو اس میں سال کا اعتبار کرنے میں نفع اصل کے تابع ہوتا ہے، کیونکہ تجارت کے نفع کے لئے نیا سال نہیں جوڑا جاتا ہے۔ بلکہ اس کا سال اصل مال ہی کا سال ہوتا ہے بشرطیکہ وہ نصاب کو پہنچ جاتا ہو۔

● یہ بات بھی ذہن نشین رہے جو پہلے بھی ذکر کی گئی ہے کہ تجارتی مال واسباب اگر سونے چاندی یا نقدی سے خریدے جاتے ہیں تو ان کا سال ان کی خرید کے وقت سے از سرنو شروع نہیں ہوتا ہے بلکہ وہ انہیں نقدیوں پر مبنی ہوتا ہے جن سے وہ خریدے گئے ہوتے ہیں بشرطیکہ وہ نصاب کو پہنچتے ہوں۔

● صنعتی کمپنیاں جو صرف خدمات پیش کرتی ہیں ان کی زکاۃ محض شیئرز کے نفع پر ہوتی ہے۔

● زراعتی کمپنیوں کی زکاۃ کے لئے نئے سال گزرنے کی ضرورت نہیں ہے غلہ

اور پھلوں کے حصول کے بعد ہی اس کی زکاۃ ادا کردی جائے۔

● کنسٹرکشن (عمارتیں بنانے والی) کمپنیاں اپنی زکاۃ کیسے ادا کریں :

۱۔ رجسٹریشن، دستاویزوں، لائسنس اور اجازت ناموں وغیرہ کے حصول میں جو مال خرچ ہوتے ہیں ان میں کوئی زکاۃ نہیں ہے۔

۲۔ جو پیسے لازمی زرضمانت یا لازمی انشورنس وغیرہ کے لئے جمع کرائے جاتے ہیں ان میں زکاۃ نہیں ہے، البتہ جب وہ واپس آئیں گے تو انہیں زکاۃ کے حساب میں حسب شرائط لیا جائے گا۔

۳۔ جو میٹریل آلات کے طور پر استعمال ہوتے ہیں، سانچے وغیرہ بنانے کے کام آتے ہیں، یا مشینیں اور ٹرانسپورٹنگ (نقل وحمل) کے وسائل کے طور پر استعمال ہونے والی گاڑیاں ہوتی ہیں ان میں زکاۃ نہیں ہوتی ہے خواہ وہ کتنی ہی قیمتی ہوں۔

۴۔ جو مواد (میٹریل) اصل بلڈنگ بنانے میں استعمال ہوتے ہیں مثلاً لوہا، سیمنٹ، ریتی، ماربل اور کلر وغیرہ یہ سب اسباب تجارت میں شمار ہوتے ہیں اس لئے کمپنی اور اس کے شرکاء کو ان سب کو اعتبار میں رکھتے ہوئے پورے پروجیکٹ کی قیمت کا حساب لگا کر اس کی زکاۃ نکالنی چاہیے۔

۵۔ کمپنی کے پاس جو نقدی یا بینک وغیرہ کے ذخیرے موجود ہوں وہ سب زکاۃ کے حساب میں لائے جائیں گے۔

۶۔ جو قرضے آسانی سے وصول ہوجانے والے ہوں وہ بھی حساب میں لائے جائیں گے۔

۷۔ اگر پروجیکٹ ادھورا ہو تو اس کی لاگت کا اندازہ لگا کر زکاۃ دی جائے گی۔

۸۔ اگر پروجیکٹ مکمل ہوگیا ہو تو موجودہ قیمت کا اندازہ کر کے زکاۃ دی جائے گی۔

۹۔ اگر حکومت کی طرف سے پروجیکٹ پر پابندی لگادی گئی ہو تو جب تک وہ پروجیکٹ دوبارہ شروع نہیں ہوتا تب تک اس پر زکاۃ نہیں ہے۔

● پراپرٹی کی زکاۃ کیسے ادا کی جائے؟

۱۔ اگر جائداد اپنے استعمال کے لئے ہے یا محض اپنی ملکیت میں پڑی ہوئی ہے تو بذات خود اس پر کوئی زکاۃ نہیں ہے۔

۲۔ اگر جائداد یا عمارتیں کرائے پر دی جاتی ہیں تو ان پر بذات خود کوئی زکاۃ نہیں ہے، البتہ ان سے حاصل ہونے والے کرائے پر اگر وہ تنہا یا کسی دیگر مال کے ساتھ مل کر نصاب کو پہنچتا ہو زکاۃ ادا کی جائے گی۔

۳۔ اگر پراپرٹی تجارت کے لئے لی گئی ہے تو سال گزرنے پر اور نصاب کو پہنچ جانے پر اس کی موجودہ قیمت کا اندازہ لگا کر ڈھائی فیصد رقم زکاۃ میں نکالی جائے گی۔

۴۔ ایسی پراپرٹی اگر کسی وجہ سے نہ بکتی ہو تو بھی اس کی زکاۃ ہر سال نکالنی ہوگی، اگر نقد پیسہ مہیا نہ ہو سکے تو جب وہ جائداد فروخت ہو اس وقت ساری زکاۃ اکٹھا ادا کردی جائے۔اور ہر سال کا حساب الگ الگ لکھ کر رکھا جائے۔

۵۔ اور اگر حکومت کی طرف سے اس پر روک لگادی گئی ہو تو پھر اس وقت تک اس کی زکاۃ نہیں جب تک اس پر تصرف کی قانونی صلاحیت حاصل نہ ہو۔

● جو مال گوداموں یا دکانوں میں سالوں پڑا رہ جاتا ہے اس کی زکاۃ کیسے نکالی جائے؟

جب جب اس پر سال پورا ہو اس کی موجودہ قیمت کا اندازہ لگا کر اس کی زکاۃ نکالی جائے۔

۶۔ اگر کوئی پراپرٹی محض انویسٹ کے طور پر خریدی گئی ہو اور یہ خیال ہو کہ کبھی زیادہ نفع ملا تو بیچ دیں گے یا اگر ضرورت پڑی تو اس پر گھر بنائیں گے یا اگر وہ گھر کی شکل میں ہو تو مستقبل میں اس کا استعمال کریں گے تو ایسی پراپرٹی پر زکاۃ نہیں ہے، جب تک اسے تجارت کے لئے استعمال کرنے کی باقاعدہ نیت نہ ہو تب تک اس پر زکاۃ نہیں ہے۔

● غلوں اور پھلوں کی زکاۃ :

بعض علماء نے صرف انہیں غلوں اور پھلوں پر زکاۃ واجب بتائی ہے جو حدیث میں منصوص ہیں اور وہ یہ ہیں :

گیہوں، جَو، کھجور، انگور اور کشمش۔

اور علماء کے دوسرے گروہ نے ان تمام غلوں اور پھلوں میں زکاۃ واجب بتائی ہے جن میں حسب ذیل شرطیں پائی جائیں:

۱۔ وہ غلہ اور پھل ہو۔ (سبزیوں وغیرہ میں زکاۃ نہیں ہے بجز اس کے کہ وہ تجارت کے لئے ہوں)۔

۲۔ اس کی ناپ تول ہوتی ہو اور وسق کے ذریعہ اس کا اندازہ لگایا جاتا ہو۔

۳۔ اس کا ذخیرہ کیا جاتا ہو اور جس کا ذخیرہ نہ کیا جا سکتا ہو اس سے دیرپا استفادہ ممکن نہیں ہے اس لئے اس کی مالیت مکمل نہیں ہوتی ہے۔ اس لئے اس میں زکاۃ نہیں ہے۔

۴۔ وہ آدمی کے اگانے سے اگتا ہو، جو خود بخود پیدا ہو جاتا ہو اس میں زکاۃ نہیں ہے۔

۵۔ وہ نصاب کو پہنچ گیا ہو جس کی مقدار پانچ وسق ہے۔

ایک وسق ساٹھ صاع کا ہوتا ہے، اور ایک صاع چار مد کا ہوتا ہے، اور ایک مد ایک متوسط آدمی کی دونوں ہتھیلیوں بھر ہوتا ہے۔

عام طور پر علمائے سعودیہ اسی کے قائل ہیں۔

- نصاب کی تکمیل کے لئے ایک ہی جنس کے غلوں اور پھلوں کو ایک ساتھ ملا دیا جائے گا۔ البتہ ایک جنس کو دوسری جنس کے ساتھ نہیں ملایا جا سکتا ہے۔

- **غلوں اور پھلوں کا نصاب :**

اگر زمین بارش کے پانی سے یا ندیوں، نالوں اور تالابوں وغیرہ سے خود ہی سیراب ہو جاتی ہے اور اس میں آدمی کو کچھ محنت یا سرمایہ نہیں لگانا ہوتا ہے تو اس کی زکاۃ ایک عشر (یعنی دسواں حصہ) ہے۔

- اور اگر اس میں پورے طور پر اپنی محنت اور سرمایہ صرف ہوتا ہے تو پھر اس کی زکاۃ نصف عشر (یعنی بیسواں حصہ) ہے۔

- اور اگر قدرتی ذرائع اور انسانی محنت یا سرمائے دونوں کے مساوی اشتراک سے کھیتی ہوتی ہے تو پھر عشر کا تین چوتھائی واجب ہے۔

- **اگر کسی نے زمین کھیتی کے لئے کرائے پر لی ہے تو زکاۃ کس پر ہے؟**

زکاۃ اس شخص پر ہے جس نے زمین کرائے پر لی ہے کیونکہ غلے کا مالک وہی ہوتا ہے۔

- اگر زمین بٹائی پر لی گئی ہو تو ہر ایک پر اپنے اپنے حصے کی زکاۃ واجب ہے اگر وہ نصاب کو پہنچتا ہو۔

- **معدن (دھاتوں) کی زکاۃ :**

معدن میں بعض علماء صرف سونے اور چاندی کی زکاۃ کے قائل ہیں مگر علماء کی ایک بڑی جماعت معدن سے نکلنے والی ہر قیمتی چیز میں زکاۃ کی قائل ہے۔اور معدن کی تعریف یہ ہے کہ ہر وہ چیز جو زمین سے نکلتی ہے اور اسی میں پیدا ہوئی ہوتی ہے مگر وہ زمین کا جزء نہیں ہوتی ہے جس کی کوئی قیمت ہوتی ہے۔مثلاً:

لوہا، یاقوت، زبرجد، عقیق، سرمہ، کبریت، سونا، چاندی، پٹرول، ڈیزل وغیرہ جن پر اسم معدن کا انطباق ہوسکتا ہو۔

- معدن میں زکاۃ اسی وقت واجب ہوتی ہے جب اس کی ڈھلائی اور صفائی وغیرہ ہو کر اصل دھات اور معدن برآمد ہو جائے۔
- معدن دیگر اشیاء کے مقابل پھلوں کے زیادہ مشابہ ہے۔
- معدن اگر نصاب کو پہنچ جائے تو اس کی زکاۃ ربع عشر (یعنی ڈھائی فیصد) ہے۔
- اس بارے میں علماء کا اختلاف ہے کہ کیا معدنیات کی زکاۃ کے لئے سال گزرنا شرط ہے؟

چاروں مسالک کے علماء اس بات کے قائل ہیں کہ اس کے لئے سال گزرنا شرط نہیں ہے۔

مگر اسحاق اور ابن منذر کہتے ہیں کہ معدن میں بھی سال گزرنے سے پہلے کچھ

واجب نہیں ہوتا ہے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''**لازكاة في مال حتى يحول عليه الحول**''(صحیح ابن ماجہ: ۲/ ۹۸، ابن ماجہ: ۱۷۹۲)

کسی بھی مال میں اس وقت تک کوئی زکاۃ نہیں ہے جب تک اس پر سال نہ گزر جائے۔ اور شیخ ابن باز نے بھی اسی رائے کو ترجیح دی ہے۔ (الزكاة في الاسلام للقحطانی ص: ۱۲۳)

- **مقروض کی زکاۃ :**

اگر کوئی قرضدار شخص مالک نصاب ہے اور اسے فوری قرض کی ادائیگی لازم نہیں ہے تو اس پر بھی زکاۃ واجب ہے۔ اور اگر فوری ادائیگی لازم ہو تو وہ پہلے اپنا قرض ادا کرے۔

- اگر کوئی شخص مر جائے اور اس پر واجب زکاۃ کی ادائیگی باقی ہو تو پوری زکاۃ اس کی میراث سے وضع کرنے کے بعد ہی اس کی تقسیم ہوگی۔
- یہ بھی ذہن نشین رہے کہ زکاۃ کی ادائیگی فوری طور پر واجب ہے، اس لئے اس میں بلا عذر تاخیر درست نہیں۔

- **کیا زکاۃ کی پیشگی ادائیگی درست ہے؟**

اگر کوئی شخص سال پورا ہونے سے پہلے ہی اپنی پوری زکاۃ یا اس کا کچھ حصہ ادا کر دینا چاہتا ہو تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔

- **جو مال کسی کو قرض دیا گیا ہو اس کی زکاۃ کا حکم؟**

قرض میں دئے ہوئے مال کی دو صورتیں ہیں :

اگر قرض کسی ایسے شخص یا ادارے کو دیا گیا ہو جس سے وصول کرنا آسان ہو اور وہ

وقت مقرر پر مل سکتا ہو تو وہ مال امانت کی طرح ہے اس کی زکاۃ سال بہ سال ادا کرنی ہوگی۔

اور اگر قرض کسی ایسے شخص یا ادارے کو دیا گیا ہو جسے مالی تنگی کا سامنا ہو اور ادائیگی کی استطاعت نہ ہو یا وہ ٹال مٹول کا رویہ اپنانے والا ہو اور مال کی واپسی غیر یقینی ہو تو پھر ایسے مال کی زکاۃ اس وقت ادا کی جائے گی جب وہ اپنے ہاتھ آئے گا۔

مگر اس سلسلے میں علماء کی دو رائیں ہیں کہ ادائیگی پچھلے تمام سالوں کی ہوگی یا صرف اسی وقت سے سال پورا ہونے پر ہوگی جب سے مال قبضے میں آیا ہے؟

شیخ ابن باز اور بیشتر علمائے سعودیہ کی رائے یہی ہے کہ ایک سال کی زکاۃ کی ادائیگی کافی ہو جائے گی، اور پہلی رائے کے مؤیدین حضرت علی کا یہ اثر پیش کرتے ہیں کہ اگر وہ سچا ہے تو قبضے میں آنے کے بعد گزشتہ تمام اوقات کی زکاۃ ادا کرے۔ (ارواء الغلیل میں البانی نے اسے صحیح کہا ہے (۷۸))

کیا اگر کوئی غریب شخص اپنا مقروض ہو تو زکاۃ کی رقم اس کے قرض کے حساب میں جوڑی جا سکتی ہے؟

نہیں ایسا کرنا درست نہیں ہے۔ البتہ زکاۃ میں برابر کرنے کی نیت کے بغیر اس غریب شخص کو زکاۃ دی جائے اور وہ اپنی خوشی سے اسے قرض میں چکا دے تو کوئی حرج نہیں ہے۔

● مصارف الزکاۃ : یعنی زکاۃ کن لوگوں کو دی جائے گی؟

اللہ تعالیٰ نے زکاۃ کے مستحقین کی تعیین خود ہی فرما دی ہے اور ان کی تعداد آٹھ ہے، فرماتا ہے:

﴿إِنَّمَا ٱلصَّدَقَٰتُ لِلۡفُقَرَآءِ وَٱلۡمَسَٰكِينِ وَٱلۡعَٰمِلِينَ عَلَيۡهَا وَٱلۡمُؤَلَّفَةِ قُلُوبُهُمۡ وَفِي ٱلرِّقَابِ وَٱلۡغَٰرِمِينَ وَفِي سَبِيلِ ٱللَّهِ وَٱبۡنِ ٱلسَّبِيلِۖ فَرِيضَةٗ مِّنَ ٱللَّهِۗ وَٱللَّهُ عَلِيمٌ حَكِيمٞ﴾ [التوبہ:٦٠]۔

''صدقے صرف فقیروں کے لئے ہیں اور مسکینوں کے لئے اور ان کے وصول کرنے والوں کے لئے اور ان کے لئے جن کے دل پر چائے جاتے ہوں اور گردن چھڑانے میں اور قرض داروں کے لئے اور اللہ کی راہ میں اور راہرو مسافروں کے لئے، فرض ہے اللہ کی طرف سے، اور اللہ علم وحکمت والا ہے''۔

١۔ فقراء :

فقیر وہ ہوتا ہے جس کے پاس بالکل مال نہ ہو یا کفایت کرنے والے مال سے نصف سے بھی کم اس کے پاس ہو اور کسی شرعی عذر کی وجہ سے اس کے پاس کمائی کی بھی استطاعت نہ ہو یا محنت کرنے کے بعد بھی کفایت حاصل نہ ہوسکتی ہو۔ ایسے شخص کو اس کی کفایت بھر زکاۃ دی جائے گی۔ اور اگر کوئی شخص کمانے کی طاقت رکھنے کے باوجود حصول علم یا علم کی نشرواشاعت کے لئے فارغ ہونے کی وجہ سے کمانہ پاتا ہو تو وہ بھی مستحق زکاۃ ہے اور ایسے شخص کی رعایت اہم ہے۔

٢۔ مسکین وہ ہوتا ہے جسے اپنی کفایت کا نصف یا اس سے زیادہ حاصل ہو خواہ وہ کمائی سے حاصل ہو یا کسی اور ذریعہ سے مگر وہ اس کے لئے کافی نہ ہوتا ہو بلکہ اس کی اور اس کے اہل وعیال کی اساسی ضرورتیں بلا اسراف کے باقی رہ جاتی ہوں۔

- فقیر ومسکین اگر شادی کے ضرورت مند ہوں تو زکاۃ کے مال سے ان کی شادی

کرائی جا سکتی ہے۔انھیں نقد رقم عطا کردی جائے یا اگر وہ خود سامان خرید کر دینے کا مطالبہ کریں تو توکیل کی بنیاد پر ایسا کیا جا سکتا ہے۔

۳۔ العاملون علیھا :

ان سے مراد زکاۃ کی وصولی کرنے والے، اس کی حفاظت کرنے والے اور ان کا حساب کتاب رکھنے والے اور وہ تمام لوگ ہیں جو اپنا وقت لگا کر زکاۃ کے لئے کام کرنے والے ہوں۔ ایسے لوگوں کو بطور اجرت زکاۃ کا مال دیا جاتا ہے خواہ وہ مالدار ہی کیوں نہ ہوں۔ اور انہیں بقدر کفایت ادا کیا جائے گا، یہاں تک کہ اس میں حسب وسعت شادی، مکان اور خادم تک شامل ہے۔

۴۔ المولفۃ قلوبھم :

جن کی تالیف قلب مقصود ہو۔

اس سے مراد ایسا با اثر سردار ہے جو اپنے قبیلے یا معاشرے میں معزز ہوتا ہے اور اس کی بات لوگ مانتے ہیں، اگر اسے قریب لایا جائے تو امید ہو کہ وہ مسلمان ہو جائے گا، یا اس کے شر سے مسلمان محفوظ رہیں گے، یا مال حاصل ہونے سے ایمان والا ہونے کی صورت میں اس کے ایمان میں قوت پیدا ہوگی، یا اس کا کوئی ہمسر اور ہم پایہ شخص اسے دیکھ کر مسلمان ہو جائے گا، یا پھر وہ ان لوگوں سے زکاۃ کی وصولی میں معاون ہوگا جو زکاۃ نہیں دیتے ہیں۔

جن کی تالیف قلب مقصود ہوتی ہے ان کی دو قسمیں ہیں :

اول :

کفار اور ان کی دو قسمیں ہیں :

قسم اول :

وہ کافر جس سے شر کا خوف ہو اور مال دینے سے امید ہو کہ وہ شر سے باز آجائے گا، اور اس کے ساتھ دوسروں کے شر سے بھی حفاظت ہوگی۔

قسم دوم :

جس کے اسلام لانے کی امید ہو اور مال پانے سے اس کے اسلام لانے کی نیت قوی ہوسکتی ہو۔

دوم :

جن کا تعلق مسلمانوں سے ہے اور ان کی چار قسمیں ہیں :

أ۔ وہ مسلم سردار جن کے اردگرد انہیں کے ہم رتبہ وہم پایہ کافر سردار ہوں، یا مسلم سردار ہوں جو (بہت پختہ نہ ہوں مگر) اسلام کے متعلق اچھی نیت رکھتے ہوں، اگر انہیں کچھ دیا جائے تو ان ہمسر سرداروں کے بھی اسلام لانے کی امید ہوجائے یا اسلام سے متعلق ان کی نیت اچھی ہوجائے تو انہیں زکاۃ دی جاسکتی ہے۔

ب۔ وہ لوگ جو بلاد اسلام کے ایک گوشے میں رہتے ہوں، اگر انہیں دیا جائے تو وہ اپنے آس پاس کے دوسرے گوشے کے مسلمانوں کو جو ضرورت مند ہوں دے سکتے ہوں۔

ج۔ کچھ ایسے لوگ ہوں جن کے ڈر سے زکاۃ نہ دینے والے زکاۃ دے دیں تو ایسے لوگوں کو بھی زکاۃ دی جاسکتی ہے۔

ھ۔ ایسے سردار جو اپنی قوم میں معزز ہوں اور ان کی بات مانی جاتی ہو، اگر انہیں دیا جائے تو ان کا ایمان مضبوط ہوگا اور وہ دین کی نصرت اور جہاد میں کام آئیں گے۔

۵۔ رقاب :

گردن آزاد کرنے میں۔

اس میں تین طرح کے لوگ آتے ہیں :

اول :

وہ مسلمان غلام جس نے اپنے مالک سے قسط وار ادائیگی پر آزادی کا معاہدہ کر رکھا ہو۔اس کی مدد زکاۃ کے مال سے کی جائے گی۔

دوم :

وہ مسلمان قیدی جو کافروں کے قبضے میں چلا گیا ہو۔

سوم :

وہ مسلمان جو غلام بنالیا گیا ہو۔

ان سب کی مکمل آزادی یا جزوی مدد کے لئے زکاۃ کا مال خرچ کیا جائے گا۔

٦۔ الغارمون :

مقروض لوگ۔

یہ وہ لوگ ہوتے ہیں جو قرض لے کر اس کی ادائیگی سے عاجز رہ جاتے ہیں۔اور ان کی دو قسمیں ہیں :

اول :

وہ لوگ جو باہمی نزاعات کا تصفیہ کرانے، اصلاح کرانے، یا دیت وغیرہ اپنے ذمہ لے لینے اور ایسی ہی ضرورتوں میں مالی بوجھ اٹھا لینے کی وجہ سے ضرورتمند ہو جاتے ہیں۔یا قرض لے کر ایسی ضرورتوں کو پورا کر دیتے ہیں۔ایسے لوگوں کی مدد زکاۃ سے کی جائے گی۔

دوم :

وہ لوگ جو اپنی کسی جائز ضرورت کے لئے قرض لے لیتے ہیں پھر اس کی ادائیگی سے قاصر رہ جاتے ہیں، یا وہ لوگ جو کسی معصیت ہی کے کام میں مقروض ہو جاتے ہیں مگر بعد میں سچی توبہ کر لیتے ہیں مگر اس مشکل میں پھنسے ہوتے ہیں اور بلا کسی معاونت کے اس سے نکل نہیں سکتے ہیں تو زکاۃ سے ان کی مدد کی جائے گی اور ان کے نیکی پر ثبات کی راہ ہموار کی جائے گی۔ لیکن اگر کوئی شخص صرف زکاۃ کا مال وصول کرنے کے لئے نیک بن جاتا ہو تو ایسے شخص کو زکاۃ نہیں دی جائے گی۔

۷۔ فی سبیل اللہ :

اللہ کی راہ میں۔

۱۔ اکثر علماء کے نزدیک اس سے مراد جہاد فی سبیل اللہ ہے۔

۲۔ حدیث میں صریح طور پر حج کو سبیل اللہ میں داخل مانا گیا ہے۔

اور حضرت ابن عباس وغیرہ کا اثر بھی ہے اس لئے فریضۂ حج کی ادائیگی میں زکاۃ کے مال سے مدد کی جاسکتی ہے۔

۳۔ بعض علماء اس میں توسع کے قائل ہیں اور ملی و جماعتی مصلحتوں کے تمام کاموں کو اس میں شامل مانتے ہیں۔ متقدمین میں ان کی تعداد اگر چہ کم ہے مگر ان کے اپنے دلائل ہیں۔ اور متاخرین میں ان کی تعداد اچھی خاصی ہے۔ بالخصوص ان لوگوں کی رائے قابل توجہ ہے جو لوگ نصرت دین، اعلائے کلمۃ اللہ اور دعوت الی اللہ سے متعلق کاموں میں اس مصرف کو شامل مانتے ہیں۔ مثلاً: علم کی نشر و اشاعت اور مدارس وغیرہ کا قیام تو موجودہ دور کے حالات اور اسلام کی بقا اور حفاظت کے لئے علم کی اہمیت کے پیش

نظر ان کی رائے کی اہمیت کو نظر انداز نہیں کیا جا سکتا ہے بالخصوص جبکہ دیگر ذرائع سے مدارس وغیرہ کے نظام کو باقی رکھنا اور چلانا ہمارے ملک میں قریب قریب ناممکن یا انتہائی دشوار نظر آتا ہے۔ واللہ اعلم.

۸۔ ابن السبیل :

وہ پردیسی مسافر جس کا راستہ کٹ گیا ہو اور مالی مجبوری کی وجہ سے وہ اپنے شہر اور اہل وعیال تک پہنچنے سے قاصر ہو گیا ہو گو اپنی بستی میں وہ صاحب حیثیت ہی کیوں نہ ہو۔ ایسے شخص کو زکاۃ سے اتنا دیا جا سکتا ہے جس سے وہ اپنی منزل تک پہنچ سکے۔

● زکاۃ غریب ومحتاج رشتے داروں کو دینا افضل اور مستحب ہے۔ نبی ﷺ نے فرمایا: مسکین کو صدقہ دینا صدقہ ہے، اور قرابتدار کو صدقہ دینے میں دو باتیں ہیں: صدقہ اور صلہ رحمی۔ (نسائی:۲۵۸۱، ترمذی:۶۵۸)

● وہ لوگ جنھیں زکاۃ نہیں دی جا سکتی ہے :

۱۔ کفار :

جو کفار تالیف قلب کے زمرے میں آتے ہیں انہیں چھوڑ کر کسی کافر کو زکاۃ نہیں دی جا سکتی ہے اگر دی گئی تو ادا نہ ہو گی۔

۲۔ آل نبی محمد ﷺ :

اور یہ بنی ہاشم کے تمام لوگ ہیں۔

۳۔ موالی بنی ہاشم:

بنی ہاشم کے آزاد کردہ غلام۔

● امام ابن تیمیہ کی رائے یہ ہے کہ اگر خمس کے نظام سے اپنی ضرورت پورا

کرنے کا ان کے لئے کوئی انتظام نہ ہو تو مذکورہ دونوں قسم کے لوگ زکاۃ لے سکتے ہیں۔
شیخ ابن عثیمین اور شیخ ابن باز وغیرہ کی رائے بھی یہی معلوم ہوتی ہے کہ اگر بیت المال سے ان کے لئے کوئی نظم نہ ہو تو بدرجہ مجبوری لے سکتے ہیں۔(دیکھئے: الزكاة في الاسلام للقحطانی: ۲۸۲-۲۸۳)

۴۔ غلام (غیر مکاتب):

اسے زکاۃ نہیں دی جائے گی کیونکہ وہ اس کے مالک کو جائے گی۔

۵۔ غنی:

خواہ اس کے پاس مال ہو یا وہ کمانے کی طاقت رکھتا ہو اور کسی شرعی ضرورت یا عذر کے بغیر کمائی ترک کر رکھی ہو۔

۶۔ کسی ایسی فقیر عورت کو جو کسی مالدار کے ماتحت ہو اور وہ اس کی ضرورتیں پوری کرتا ہو۔

● لیکن اگر کسی عورت کا شوہر صاحب حیثیت ہو اور نان نفقہ کی صلاحیت رکھنے کے باوجود اپنی بیوی اور بچوں کا خرچ نہیں دیتا اور اسے مجبور کرنے کی بھی کوئی صورت نہ ہو تو ایسی عورت کو زکاۃ دی جا سکتی ہے۔

۷۔ جن کا خرچ اپنے اوپر لازم ہو انہیں زکاۃ نہیں دی جا سکتی ہے۔ اور وہ حسب ذیل ہیں:

اول:

اصول خواہ وہ کتنے ہی اوپر تک جائیں: اور وہ ہیں: والد، والدہ، ان دونوں کے باپ، ان دونوں کی مائیں اب وہ زکاۃ دینے والے سے چاہے جتنے اوپر تک

جائیں دادا پردادا نانا پرنانا وغیرہ وغیرہ یا دادی پردادی نانی پرنانی وغیرہ وغیرہ۔خواہ وہ ان میں سے کسی کی وراثت میں حصے دار بنتا ہو یا نہ بنتا ہو۔

دوم :

فروع خواہ وہ کتنے ہی نیچے تک جائیں : اور وہ ہیں اولاد : لڑکے لڑکیاں، لڑکوں کی اولاد، لڑکیوں کی اولاد، اب خواہ وہ کتنے ہی نیچے تک جائیں، خواہ وہ وارث ہوں یا غیر وارث ہوں۔

اگر والدین مقروض ہوں تو اپنی زکاۃ سے ان کا قرض چکایا جاسکتا ہے :

- مگر یہ صورت اس سے مستثنیٰ ہے کہ اگر والد یا دادا پردادا یا نانا وغیرہ مقروض ہوں اور قرض کی ادائیگی سے قاصر ہوں تو زکاۃ کے مال سے ان کے قرض کی ادائیگی کی جاسکتی ہے کیونکہ یہ اپنے اوپر واجب خرچ کے زمرے میں نہیں آتا ہے۔
- مگر اس کی شرط یہ ہے کہ جو لڑکا قرض ادا کرنے جارہا ہو وہ قرض اسی کے اخراجات یا گھریلو ضرورتیں پوری کرنے کے لئے نہ لیا گیا ہو۔
- اسی طرح باپ اپنے بیٹے کا یا دادا اپنے پوتے کا قرض عاجزی کی صورت میں اپنی زکاۃ سے ادا کرسکتا ہے۔
- امام ابن تیمیہ کی رائے یہ ہے کہ اصول (باپ دادا وغیرہ) یا فروع (بیٹے پوتے وغیرہ) اگر غریب و محتاج ہوں اور اپنے پاس بھی ان کا خرچ اٹھانے کی استطاعت نہ ہو اور صرف زکاۃ ہی کا ایک راستہ بچتا ہو تو اپنی زکاۃ انہیں بھی دی جاسکتی ہے۔(الاختیارات الفقهية:ص ١٥٤)
- اگر بیوی مقروض ہو اور وہ قرض شوہر پر واجب گھریلو اخراجات کے لئے نہ لیا

گیا ہو اور اس کے ذریعہ شوہر پر واجب نفقہ نہ پورا کیا گیا ہو تو شوہر اپنی زکاۃ سے اس کا قرض ادا کرسکتا ہے۔(دیکھئے:الشرح الممتع لابن عثیمین٦/٢٦٨)

- **کیا بیوی اپنے شوہر کو اپنی زکاۃ دے سکتی ہے؟**

اگر شوہر زکاۃ کا مستحق ہو تو بیوی راجح قول کے مطابق اپنی زکاۃ اسے دے سکتی ہے۔ اس کی دلیل ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی بیوی کا واقعہ ہے۔(دیکھئے: بخاری: ١٤٦٢، بخاری:١٤٦٦، مسلم:١٠٠٠)

٨۔ بدعتی اور فاسق کو زکاۃ نہ دی جائے :

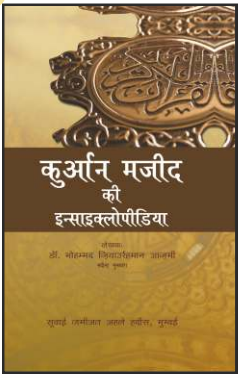
امام ابن تیمیہ فرماتے ہیں : زکاۃ کے مستحقین میں سے ان فقراء ومساکین اور قرضداروں کی جستجو ہونی چاہیے جو دیندار ہوں متبع شریعت ہوں، اور جو بدعتوں اور گناہوں کا اظہار کرے وہ تو سزا اور بائیکاٹ وغیرہ کا مستحق ہے، اس سے تو توبہ وغیرہ کرائی جائے گی۔ پھر آخر ان گناہوں پر اس کی مدد کس طرح کی جائے؟(مجموع الفتاویٰ:٢٥/٨٧، ٢٤/٢٧٨)

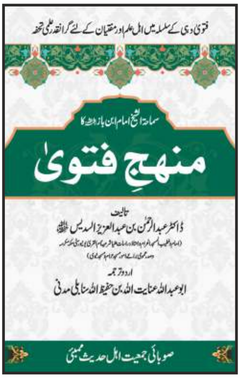
بیشک زکاۃ ان گنہگاروں کو بھی دی جاسکتی ہے جو اسے اپنے گناہ کے کاموں میں صرف نہ کریں بلکہ اپنی گھریلو ضروریات اور اہل وعیال کے اخراجات پر صرف کریں اور انہیں نصیحت کی جائے۔

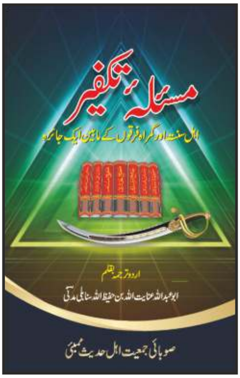
شیخ ابن باز وغیرہ کی رائے یہ ہے کہ زکاۃ اہل صلاح وتقویٰ کو دینا افضل واولیٰ ہے اور جان بوجھ کر نماز چھوڑ دینے والے کو زکاۃ نہ دی جائے اگرچہ وہ اس کے وجوب کا منکر نہ ہو کیونکہ ترک صلاۃ کفر اکبر ہے۔

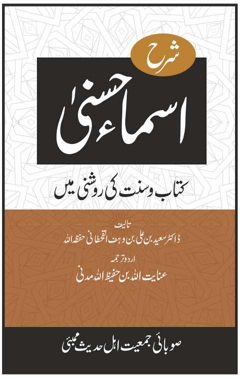
❖ ❖ ❖

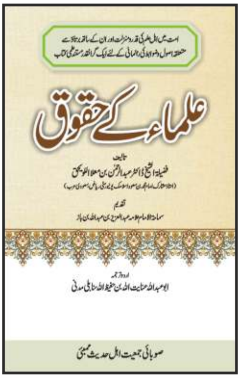
ہماری اہم مطبوعات

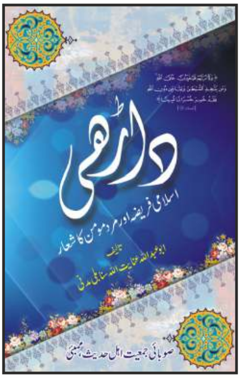




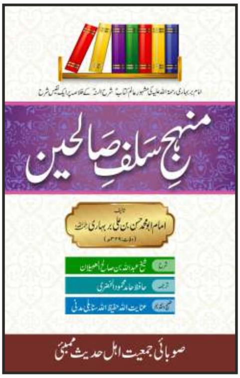


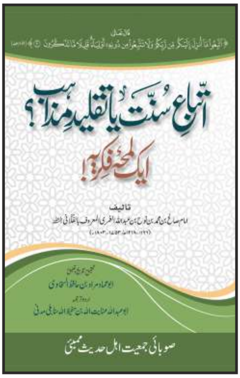












A1 Grafix Studio : +91-9819189965

SUBAI JAMIAT AHLE HADEES, MUMBAI

14/15, Chuna Wala Compound, Opp. Best Bus Depot, L.B.S. Marg, Kurla (W), Mumbai - 400 070

● Phone : 022-26520077 ahlehadeesmumbai@gmail.com

@JamiatSubai subaijamiatahlehadeesmum SubaiJamiatAhleHadeesMumbai

www.ahlehadeesmumbai.org